Islamiat 2017 Paper

اسلامیات

سوال نمبر 2 :-

زکوٰۃ :-

زکوٰۃ کے لفظی معنی ہیں "پاک کرنا"
زکوٰۃ حقوق العباد ہے۔ قرآن پاک میں بار بار نماز ادا کرنے اور زکوٰۃ کا ذکر ملتا ہے۔

"بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے، نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں ان کے رب کے ہاں اُن کیلئے اجرِ عظیم ہے"۔

زکوٰۃ ادا کرنے سے انسان کا دِل مال کی محبت سے پاک ہو جاتا ہے۔
حضور ؐ کا فرمان ہے

"دُنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے"۔

ویسے تو دُنیا کی محبت بہت بڑی چیز ہے لیکن مال کی محبت سب سے بڑی چیز ہے۔
حضور ؐ کا ارشاد ہے

"میری اُمت کیلئے سب سے بڑا فتنہ مال کا ہے"۔

زکوٰۃ کے فوائد :-

زکوٰۃ کے فوائد میں سے چند درج ذیل ہیں۔

1) انسان کے دِل سے مال کی محبت کم کرتی ہے کیونکہ اگر وہ زکوٰۃ ادا کر رہا ہے تو اِس کا مطلب ہے کہ اُسے مال کی طلب نہیں ہے۔

2) اللہ پر ایمان کو تازہ کرتی ہے اور اللہ کی رضا کیلئے انسان اپنا مال اُس کی راہ میں خرچ کرتا ہے جس کا اجر اُسے آخرت میں ملے گا۔

" اور وہ لوگ جو ایمان لائے، نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ

Scanned with CamScanner

ادا کرتا ہیں اُن کیلئے اُن کے رب کے پاس آخرت میں اجر ہے۔"

3) سماجی فلاح کی سکیم ہے جس کے ذریعے سے انسان کی دولت غریبوں کو بھی مل جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ بھی اپنی ضروریات پوری کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

4) معاشی اور سماجی تفریق کا خاتمہ ہوتا ہے کیونکہ جب دولت گردش میں رہتی ہے تو اسٹیم ایمبرسٹنیس ہوتا اور جس کی وجہ سے انسان اور بھی بہت سی برائیوں سے بچ جاتا ہے۔ کیونکہ جب انسان کے پاس ضرورت سے زائد مال نہیں ہوگا تو وہ اپنے آپ کو معاشرے میں کوئی بڑا انسان نہیں جانے گا اور بہت سے مظالم جو انسان دولت کی فراوانی میں کر گزرتا ہے اُن سے بچ جائے گا۔

5) قیامت کے روز اُس کی نیکیوں کے پلڑے میں وزن پیدا ہوگا جب انسان ایک ایک نیکی کی تلاش کر رہا ہوگا۔
حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔
" انسان قیامت کے روز کہے گا کہ کاش دنیا میں اُس کی آنکھیں قینچی سے کاٹ دی جاتیں۔"

6) زکوٰۃ معاشی اور سماجی عدل کا ذریعہ ہے جس کے ذریعے سے غریبوں کو بھی زندگی کے میدان میں آگے بڑھنے کا موقع مل جاتا ہے

7) غربت کا خاتمہ ہوتا ہے جو تمام برائیوں کی جڑ ہے انسان اپنے پیٹ کو پالنے کیلئے کفر تک کر گزرتا ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے
"غربت انسان کو کفر تک لے جاتی ہے۔"

اسی لئے حضور ﷺ اللہ سے غربت سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

4) غریبوں کا بھی اللہ ہے اما) حضور ﷺ صحابہؓ سے کہا کرتے تھے زکوٰۃ دینے میں جلدی کرو کیونکہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا زکوٰۃ دینے والے تو ہوں گے مگر لینے والے نہ ہوں گے۔

قرآن مجید کے بیان کردہ مصارفِ زکوٰۃ:

قرآن مجید میں 8 مصارفِ زکوٰۃ ہیں۔

مصارفِ زکوٰۃ سے مراد وہ افراد ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہوتے ہیں اور جنہیں زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔

1) مساکین:

مساکین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اتنا مال بھی نہ رکھتے ہوں کہ اپنی جائز ضروریات کو پورا کر سکیں۔ ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔

2) غرباء:

غرباء سے مراد ایسے افراد ہیں جن کے پاس مال تو موجود ہو لیکن ان کی ضروریات پوری کرنے کیلئے وہ مال ناکافی ہو اور یہ وہ افراد ہیں جو کسی کے سامنے ہاتھ بھی نہیں پھیلاتے۔

3) محکمہ زکوٰۃ کے افراد:

زکوٰۃ کے محکمے میں کام کرنے والوں کو بھی زکوٰۃ ملتی ہے بلکہ ان کی تنخواہ اسی زکوٰۃ کے پیسوں سے ادا کی جاتی ہے۔

4) مؤلفۃ القلوب:

اس سے مراد وہ افراد ہیں جو

Scanned with CamScanner

حال ہی میں اسلام میں داخل ہوئے ہوں اور جن
پر اسلام قبول کرنے کی وجہ سے گھر والوں کی طرف
سے اذیتیں دی جاتی ہوں اور اُن کے پاس اتنا مال نہ
ہو کہ وہ اپنی زندگی گزار سکیں۔

5) قرض دار:۔

قرض دار سے مُراد وہ لوگ ہیں جو لوگوں سے
مال لیتے ہوں اپنی ضروریات پوری کرنے کیلئے، لیکن اُن کے
پاس اِتنے ذرائع آمدن نہ ہوں کہ وہ اُس رقم کو
لوٹا سکیں۔ چنانچہ ایسے افراد کو بھی زکوٰۃ دینی
چاہیے۔

6) غلاموں کو رہا کروانے کیلئے:۔

وہ لوگ جنہیں کسی ظالم
شخص نے اپنا غلام بنا رکھا ہو اور وہ اُن سے بہت زیادہ
کام بھی لیتا ہو تو ایسے غلاموں کی گردنیں بھی اُن کے مالکان
سے آزاد کروانے کیلئے زکوٰۃ ادا کی جا سکتی ہے۔ بلکہ بہت
سے صحابہؓ غلاموں کو آزاد کروایا کرتے تھے۔

7) مسافر:۔

ایسے افراد جو سفر کر رہے ہوں لیکن اُن کے
پاس دورانِ سفر پیسوں کی کمی آ جائے تو ایسے افراد کو
بھی زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے۔

8) فی سبیل اللّٰہ:۔

اللّٰہ کے راستے میں خواہ وہ جہاد ہو یا
اللّٰہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے کوئی کنواں کھدوا دیا جائے تاکہ
لوگوں کو پانی کی مشکلات پیش نہ آئیں یا کسی اور کام کیلئے بھی

دی جا سکتی ہے۔

جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے

"اے ایمان والو اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنا ہاتھ روک کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔"

اسلامی معاشرے میں غربت کی کمی کا ذریعہ:

زکوٰۃ پہلے اُتارے گئے ادیان میں بھی فرض ہے لیکن یہ امتیاز صرف اُمتِ محمدیؐ کو حاصل ہے کہ اُس نے اس فریضے کو اس قدر مخلصانہ نیت سے ادا کیا تھا کہ ایک وقت ایسا آیا کہ دینے والے تو موجود تھے لیکن لینے والے نہ تھے۔ اِس کا مطلب یہ ہوا کہ زکوٰۃ غربت میں کمی کا باعث بنتی ہے۔

زکوٰۃ دینے کیلئے ضروری ہے کہ انسان کا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا ہو اور وہ زکوٰۃ اسی لئے دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ دوسرے مسلمان بھی اِس کے بھائی ہیں اور اُن کی مالی مشکلات کو کم کرنے کیلئے اُس کو اپنی دولت میں سے کچھ حصہ اللہ کی راہ میں دینا چاہیے۔

زکوٰۃ سے اِس طرح معاشرے میں غربت کم کی جا سکتی ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے غریب انسان زندگی کے میدان میں آگے بڑھنے لگتا ہے۔ مثلاً اُس کی زکوٰۃ سے وہ انسان اپنے بچوں کو پڑھا لکھا کر معاشرے کا ایک قابل انسان بنا سکتا ہے جو آگے اپنی ضروریات پوری کرنے کیلئے کسی دوسرے انسان پر انحصار نہیں کرتا کیونکہ جب اُسے روزگار مل جاتا ہے تو وہ اپنی ضروریات کو پوری کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

زکواۃ سے دولت گردش میں رہتی ہے۔ مثلاً ایک انسان کے پاس
اگر وافر مقدار میں دولت ہے تو وہ کوئی کام فی سبیل اللہ شروع
کر سکتا ہے جس کی وجہ سے روزگار میں اضافہ ہوتا ہے
اور یوں زکواۃ کی وجہ سے غربت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ (جیسے بھی
اللہ تعالیٰ نے قرآن)

سرمایہ دارانہ نظام میں زکواۃ ادا نہیں کی جاتی کیونکہ اُن لوگوں
کو اللہ کی ذات پر ایمان نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے ہوتا یہ ہے کہ
دولت صرف چند لوگوں کے ہاتھوں میں رہتی ہے اور دوسرے
لوگ اِس سے محروم ہو جاتے ہیں اور اپنی ضروریات پوری
کرنے کے قابل نہیں رہ پاتے۔

زکواۃ کے بارے میں تو یہ بھی حکم ہے کہ اگر لوگ زکواۃ ادا نہ کریں
اُن کے خلاف جہاد کر کے بھی اُن سے زکواۃ اکٹھی کی جا سکتی ہے۔
حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے دور میں لوگوں پر ایک وقت ایسا
بھی آیا کہ لوگوں کو کہا گیا کہ لوگوں کو مال دے دو لیکن پھر بھی
مال بچ گیا تو کہا گیا کہ (بیت المال) پہاڑوں پر پھینک آؤ۔ یعنی دولت
کی اِتنی فراوانی تھی کہ سبھی لوگ معاشی طور پر کمزور نہ رہے تھے۔

سوال نمبر 3

تعارف:-

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے اور اس کی تمام جسمانی ضروریات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اُس کی روحانی ضروریات بھی پورا کرنے کا بندوبست فرما دیا ہے۔ ہدایت دینے کیلئے اُس نے اپنی شریعت اُتاری جو ہر زمانے میں آنے والے انسانوں کی طرف اپنے انبیاء کے ذریعے سے نازل فرمائیں۔ انسان اپنی زندگی کا ہر معاملہ اِس شریعت کی روشنی میں سرانجام دے گا۔ مثلاً عبادات کیسے کرنی ہیں، حقوق العباد کیسے ادا کرنے ہیں، حقوق اللہ وغیرہ کیسے ادا کرنے ہیں، عورتوں کے ساتھ معاملات کیسے طے کرنے ہیں

اِسلام سے پہلے اہلِ عرب کا عورتوں کے ساتھ سلوک:

اسلام سے پہلے ہر طرف جہالت کا دور دورہ تھا۔ اللہ نے آپ ﷺ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے جو لوگوں کو اللہ سے ڈراتے تھے لیکن وہ لوگ اُن کی ہدایات کو بھلا چکے تھے۔ اہلِ عرب بہت سی برائیوں میں مبتلا تھے مثلاً چوری کرنا، چھوٹی چھوٹی باتوں پر لوگوں کا قتل کر دینا، شراب پینا، زنا کرنا، ننگے طواف کعبہ کرنا، ~~عورتوں~~ بیٹیوں کو اپنے لیے منحوس سمجھنا اور انہیں زندہ دفن کر دینا جو کہ اُن کے ساتھ بالکل ناانصافی تھی۔

اِسلام اور عورتوں کے حقوق:

اِسلام نے عورتوں کو بہت سے حقوق عطا فرمائے۔ اُنہیں ہر صورت میں قابلِ عزت بنایا مثلاً بیٹی کی صورت میں،

بیوی کی صورت میں، ماں کی صورت میں اور بہن کی صورت میں۔

حضور ﷺ نے فرمایا

"عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ان کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔

اسلام نے بیٹیوں کو باعثِ رحمت قرار دیا یعنی جس گھر میں بھی بیٹی ہوتی ہے وہاں اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

ایک حدیث قدسی میں ہے کہ جس کا مفہوم یہ ہے۔

"اللہ فرماتے ہیں جب میں کسی شخص کے ہاں بیٹی پیدا فرماتا ہوں تو اُس کا کمانے والا ہاتھ خود بن جاتا ہوں"۔

عورتیں ہی ایک بہترین معاشرے کی تشکیل کا ذریعہ ہیں کیونکہ ایک اچھی ماں اپنے بچوں کی بہت ہی اچھے سے تربیت کرتی ہے جس کے سبب وہ معاشرے کے قابل انسان بن جاتے ہیں۔

اسلام اور حقوقِ وراثت :-

جس طرح اسلام نے عورتوں کو بہت سے حقوق عطا فرمائے ہیں اسی طرح سے اُنہیں وراثت میں بھی حصہ دار ٹھہرایا ہے

سورۃ النساء آیت نمبر ۱۱ اور ۱۲ میں اللہ فرماتے ہیں۔

"اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو ارشاد فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے اور اگر اولادِ میت صرف لڑکیاں ہی ہوں (یعنی دو یا دو سے زیادہ) تو کُل ترکے میں ان کا دو تہائی۔ اور اگر صرف ایک لڑکی ہو تو

Scanned with CamScanner

اس کا حصہ نصف۔ اور میت کے ماں باپ کا یعنی دونوں
میں سے ہر ایک کا ترکے میں چھٹا حصہ بشرطیکہ میت
کے اولاد ہو اور اگر اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی
اس کے وارث ہوں تو ایک تہائی ماں کا حصہ اور اگر
میت کے بھائی بھی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ۔ (اور یہ تقسیم
ترکہ میت) کی وصیت (کی تعمیل) کے بعد جو اس نے
کی ہو یا قرض کے (ادا ہونے) کے بعد جو اس کے ذمے ہو
عمل میں آئے گی) تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ
دادوں اور بیٹوں پوتوں میں سے فائدے کے لحاظ سے
کون تم سے زیادہ قریب ہے، یہ حصے خدا کے مقرر کیے
ہوئے ہیں اور خدا سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔"

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا گیا ہے۔

"مردوں کیلئے اُن کے والدین اور قریبی رشتہ دار جو
مال چھوڑ جائیں اُس میں سے حصہ ہے اور عورتوں
کیلئے بھی اُن کے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے
مال میں سے کچھ حصہ ہے۔"

وراثت کی تقسیم کیلئے شرعی اصول:

وراثت کی تقسیم کیلئے تین اصول ہیں۔

1) جس کی وراثت تقسیم کرنی ہو وہ مر چکا ہو۔
2) وراثت موجود بھی ہو
3) وارث بھی زندہ ہوں

صورتوں میں وراثت کی تقسیم کا طریقہ:

اگر مرنے والے کے بیٹے بھی ہوں اور بیٹیاں بھی:

اگر مرنے والے کے بیٹے

بھی ہوں اور بیٹیاں بھی ہوں تو اُس کے مال میں سے قرض، وصیت وغیرہ نکال کر جو بھی مال بچ جائے گا اُس میں بیٹے کے دو حصے ہوں گے اور بیٹیوں کا ایک ایک حصہ ہوگا۔ مثال کے طور پر اگر مرنے والا 500000 روپے چھوڑ کر گیا ہو اور قرض وغیرہ ادا کرنے کے اُس میں سے 450000 روپے بچ گئے ہوں اور بیٹا ایک ہو اور بیٹیاں تین ہوں تو بیٹیوں اور بیٹے کو جو مال ملے گا وہ کچھ یوں ہوگا۔

2 + 3
(بیٹا) (بیٹیاں)

کل شراکت دار = 5

$450000/5 = 90000$ = 1 حصہ

$180000 = 2 \times 90000$ = بیٹے کا حصہ

$90000 = 1 \times 90000$ = بیٹی کا حصہ

یعنی تینوں بیٹیوں میں سے ہر ایک کو 90000 ملے گا اور بیٹے کو 180000 روپے ملے گا۔

اگر ماں باپ بھی زندہ ہوں:

اگر ماں زندہ ہو تو اُس کو مرنے والے کے مال میں سے چھٹا حصہ ملے گا۔ مثلاً مرنے والے کی کل رقم 300000 روپے ہو جو قرض وغیرہ ادا کرنے کے بعد بچی ہو تو ماں کو جو حصہ ملے گا وہ یہ ہے:

$300000/6 = 50000$

باپ بھی اگر زندہ ہے تو اُس کو بھی 50000 روپے ترکے میں آئے گا۔

اگر مرنے والے کی صرف ایک بیٹی ہو اور بیٹا نہ ہو:

اگر مرنے والے کی اولاد

Scanned with CamScanner

نرینہ نہ ہو اور صرف ایک ہی بیٹی ہو تو بیٹی کا بھی نصف حصہ ہو گا اور باپ کا بھی۔ اگر مرنے والے کے والد اور والدہ بھی حیات نہ ہوں تو یہ حصہ اُس کے بھائی، بہن میں منتقل ہو جائے گا۔

اگر اولادِ نرینہ نہ ہو اور بیٹیاں ایک سے زیادہ ہوں:

اگر مرنے والے کی دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں لیکن کوئی بھائی نہ ہو تو اُنہیں 2/3 حصہ ملے گا جو ہر ایک میں برابر تقسیم ہو جائے گا اور باقی ایک تہائی حصہ والد کو منتقل ہو جائے گا۔

اگر کوئی عورت فوت ہو جائے اور اولاد بھی ہو:

اگر مرنے والی کوئی عورت ہے اور اُس کے اولاد بھی ہے تو اُس کے مال میں سے خاوند کو ایک چوتھائی حصہ ملے گا اور باقی حصہ اُس عورت کی اولاد میں اُسی اُصول کے تحت بیٹے کے دو حصے اور بیٹیوں کا ایک حصہ کے تحت منتقل ہو جائے گا۔ مثلاً کل رقم جو چھوڑی گئی وہ 600000 ہے اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہو تو

خاوند کا حصہ: 600000/4 = 150000

خاوند کا حصہ نکالنے کے بعد جو رقم بچی وہ 450000 ہے۔

کل حصے = 2 + 1 = 3

ایک حصہ = 450000/3 = 150000

بیٹے کا حصہ = 2×150000 = 300000 روپے

بیٹی کا حصہ = 150000 روپے

اگر مرنے والی عورت کے ہاں کوئی اولاد نہ ہو:

اگر مرنے والی عورت کے ہاں کوئی اولاد نہ ہو تو اُس کے مال میں سے اُس کے خاوند

Scanned with CamScanner

کو نصف حصہ ملے گا۔

اگر مرنے والے کے ہاں کوئی اولاد نہ ہو:

اگر مرنے والے کے ہاں کوئی اولاد نہ ہو تو اُس کی بیوی کو اُس کے مال میں سے ایک چوتھائی حصہ ملے گا۔

اگر بیوی طلاق کی عدت میں ہے اور شوہر فوت ہو گیا ہو تو تب بھی اُس کو حصہ ملے گا۔

نتیجہ:

اِس کا مطلب یہ ہوا کہ عورتوں کو بھی ہر حال میں حصہ ملے گا اور اُنہیں کوئی بھی اِس مقررہ حصے سے بے دخل نہیں کر سکتا کیونکہ اِسلام ہی نے اُنہیں یہ حصہ دیا ہے۔

سوال نمبر ۱

خلیفہ کا لغوی معنی:-

خلیفہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں "جانشین" / "نائب"۔

خلیفہ کا اصطلاحی معنی:-

وہ لوگ جنہیں اللہ اپنے احکامات کو نافذ کرنے کیلئے زمین پر مقرر کر دیتا ہے۔

خلیفہ کی تین اقسام:-

خلیفہ کی تین اقسام ہیں قرآن کے مطابق۔

1) وہ لوگ جو انبیاء کی اشکال میں آئے مثلاً حضرت آدمؑ

2) وہ لوگ جو کسی بڑے نبی جیسا کہ موسیٰؑ کی شریعت کے بعد بھیجے گئے

3) وہ لوگ جو خود کوئی نبی یا رسول نہ تھے لیکن زمین پر برسرِ اقتدار لائے گئے۔

خلفاء کی خصوصیات:

خلفاء کی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

1) راست باز

2) عادل

3) بلند ہمت و حوصلہ

4) صاحبِ اخلاق

5) صاحبِ کردار

خلفائے راشدین:-

وہ لوگ جو آپؐ کی وفات کے بعد زمین پر خلیفہ مقرر کیے گئے، خلفائے راشدین کہلاتے ہیں۔

1) اسلام خلفائے راشدین کی ترتیب:-

Scanned with CamScanner

1) اسلام کے سب سے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رض تھے۔
2) اسلام کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق رض تھے۔
3) اسلام کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمان غنی رض جنہیں "ذوالنورین" بھی کہا جاتا ہے تھے۔
4) اسلام کے چوتھے اور آخری خلیفہ حضرت علی ابن طالب رض تھے۔

ان کا انتخاب کا طریقہ:

ان چاروں خلفائے راشدین کے انتخاب کیلئے ایک چھوٹی سی انتخابی کمیٹی جس میں قبیلہ قریش کی اہم ترین شخصیات تھیں بنائی گئی جسے شوریٰ کہتے ہیں۔

خلفائے راشدین کے اقتدار کا عرصہ:

چاروں خلفائے راشدین نے تیس سال کیلئے اس زمین عرب پر اپنی خلافت قائم کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رض کا دورِ خلافت:

آپ رض اسلام کے پہلے خلیفہ تھے جن کا تعلق قبیلہ بنی تیم سے تھا۔ آپ رض نے تین سال خلافت کی۔ یہ خلیفہ اس قدر خوفِ خدا (مشیت الٰہی) رکھتے تھے کہ انہوں نے فرمایا

"اگر تم لوگ مجھے اسلام یعنی قرآن و سنت پر عمل کرتا دیکھو تو میری پیروی کرو اور اگر مجھے اس سے اختلاف کرتا پاؤ تو میری اطاعت چھوڑ دو"۔

جمہوریت کا مطلب:

"جمہوریت کا مطلب ہوتا ہے لوگوں کی حکومت۔ اور لوگوں کے ذریعے سے حکومت"۔

Scanned with CamScanner

حضرت ابوبکرؓ کے خلافت میں آتے ہی بہت طرف سے فتنے سر اٹھانے لگے مثلاً لوگ جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے لگے اور منکرین زکوٰۃ ہو گئے وغیرہ وغیرہ.

آپؓ کا دورِ حکومت ایک جمہوری طرز کا تھا کیونکہ زکوٰۃ وغیرہ نہ دینا لوگوں کا اپنا معاملہ نہیں ہے اور لوگوں پر فرض ہے جو مالدار لوگوں سے اکٹھی کی جاتی ہے. آپؓ نے لوگوں کو یہ حق ضرور دیا کہ وہ اپنی رائے کا اظہار کر سکتے ہیں، حکومتی معاملات میں بلا کسی روک ٹوک کے مشورہ دے سکتے ہیں لیکن یہ عمل کہ لوگ اللہ کے احکامات کو ماننے سے انکار کر دیں آپؓ نے قبول ہی نہ کیا. ~~آپؓ~~

اسلام میں جمہوریت کا یہ مطلب ہے کہ لوگوں کو کچھ حد تک ضرور آزادی ہے لیکن یہ جمہوریت مغرب کی جمہوریت جو کہ آج کل موجود ہے اُس سے مختلف تھی. یعنی لوگ (حدود اللہ) اِس بات کو نافذ نہیں کروا سکتے کہ وہ زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے.

~~تو یہ بات اُس لحاظ سے جمہوری ہے~~.

حضرت عمرؓ کا دورِ حکومت:

آپؓ اسلام کے دوسرے خلیفہ تھے.

آپؓ کا تعلق بنو عدی سے تھا. آپؓ کے دورِ حکومت / خلافت 634 - 644ء تھا. آپؓ نے تقریباً 10 سال خلافت کی. آپؓ

جمہوریت میں لوگوں کو حق دیا گیا کہ وہ اپنے امیر سے پوچھ گچھ کر سکتے ہیں کہ اُن کا یہ قدم عوام اور ریاست کیلئے کس طرح بہتر ہے.

آپؓ کے دورِ خلافت میں لوگوں کے مشورے سے معاملات چلائے جاتے تھے. آپؓ کے دورِ خلافت میں معاشرتی

انصاف تھا جو کہ اِس بات کا ثبوت ہے کہ ~~ہر~~ ہر بڑے سے بڑا
یہاں تک کہ امیر بھی قانون کے سامنے اُسی ہی طرح جوابدہ ہے جس
طرح ایک عام انسان۔

~~ایک دفعہ کسی گورنر کے بیٹے نے~~

ایک مرتبہ فرمایا

" اگر میری سلطنت میں کوئی کتا بھی بھوکا پیاسا مر گیا
تو مجھے اُس کیلئے بھی خدا کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا۔"

اب جب معاملہ یہ ہے کہ کُتے کے بھوکے پیاسے مرنے پر
بھی اُنہیں خدا کے سامنے جوابدہ ہونے کا فکر ہے تو وہ
انسانوں کے معاملے میں، اُن کے حقوق کی ادائیگی جو کہ
ایک امیرِ ریاست ہونے کی وجہ سے اُن کی ذمہ داری ہے وہ
خدا کے خوف سے کتنی خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے ہوں
گے۔

سادگی کے ساتھ زندگی گزارتے:-

یہ ڈر کہ کہیں لوگوں کو یہ نہ محسوس
ہو کہ وہ عیاش ہیں، اقتدار میں آتے ہی اپنے لیے محلات تعمیر
کرواتے ہیں اور اُن میں نرم بستر پر سوتے ہیں، پوری زندگی
آپؐ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے پتھر کا سرہانہ رکھ کر سو جاتے۔
یہ ہے جمہوریت کہ سبھی انسان برابر ہیں، خلیفۂ وقت بھی اُسی
طرح سوتا ہے جس طرح ایک عام انسان۔

حضرت عثمانؓ:-

حضرت عثمان بن عفانؓ اسلام کے تیسرے
خلیفہ تھے۔ آپؓ کا تعلق بنو امیّہ سے تھا۔ آپؓ نے
644-656ء تک خلافت کی۔

سوال نمبر 8

تعارف:-

اجماع:-

عربی لفظ "جمع" ہونے سے بنایا گیا ہے جس کا مطلب ہے کسی بات پہ اکٹھے ہو جانا

اصطلاحی معنی:-

کسی ایسے مسئلے پہ اکٹھے ہو جانا جس کے بارے میں قرآن و سنت میں واضح طور پر رہنمائی موجود نہ ہو لیکن انہی دونوں ہی کی حدود میں رہتے ہوئے کسی مسئلے کا حل نکال کر اتفاق کیا جائے۔

شریعت کے ذرائع:-

شریعت کے اہم اور اولین ذرائع میں قرآن و سنت ہیں جن میں سے انسان اپنی زندگی کیلئے رہنمائی حاصل کرتا ہے۔

لیکن چونکہ زندگی میں ہر آنے والے زمانے میں بہت سے نئے مسائل سے انسان دوچار ہوتا رہتا ہے اور ایسی صورت میں چونکہ آپ ہمارے ساتھ ہر وقت موجود نہیں تو انسان انہی دونوں ذرائع کی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنی زندگی کے اُن تمام مسائل کا حل تلاش کرتا ہے جس کے ذرائع درج ذیل ہیں۔

(i) اجماع

(ii) اجتہاد

(iii) قیاس

(حضور ﷺ کا فرمان ہے "اگر تمہیں کوئی مسئلہ درپیش ہو تو میری سنت کے)

اللہ تعالیٰ سورۂ آلِ عمران آیت نمبر 159 میں فرماتے ہیں:

"(اے نبیؐ) پس اللہ کی یہ رحمت ہے کہ آپؐ ان کے ساتھ نرم طبع ہیں، اگر آپؐ تند خو ہوتے تو یہ لوگ آپؐ سے جان چھڑا کر بھاگ جاتے، پس آپؐ ان کی بخشش مانگا کریں اور (اہم) کاموں میں ان سے مشورہ کیا کریں اور اگر آپؐ کوئی مستقل ارادہ کر لیں تو پھر اللہ پر توکل کیا کریں۔ بے شک اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

اسی طرح سورۂ احزاب آیت نمبر 42 میں فرمایا

"اور جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور اپنے معاملات باہم مشورہ سے طے کرتے ہیں اور جو مال ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

~~جو اجماع کرتا ہے اسے مجتہد کہتے ہیں۔~~

اجماع کی اقسام

اجماع کی پانچ اقسام ہیں۔

1) اجتماعِ غیر سکوتی
2) اجماعِ سکوتی
3) اجماع العلماء
4) اجماع الأمہ
5) اجماعِ مدینہ

اجتماعِ غیر سکوتی:

اس قسم میں اجماع میں شریک تمام افراد اپنے علم و عقل کے مطابق کسی مسئلے کا حل پیش کرتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی مسئلے کے حل کیلئے دس افراد موجود ہوں تو سارے کے سارے اپنے علم و عقل کے مطابق

مسئلہ کا حل پیش کریں گے۔ ~~مستقیم~~

اجماعِ سکوتی:۔

اجماع کی اس قسم میں ~~تمام~~ صرف ایک شخص حل پیش کرے گا اور باقی تمام خاموشی اختیار کر کے اس کی بات کو سنیں گے۔

اجماع العلماء:۔

اس میں علماء اپنی اپنی رائے پیش کریں گے مسئلے سے متعلق اور پھر اس مسئلے سے متعلق متفق ~~اجماع~~ بھی ہو جائیں گے کیونکہ جو لوگ حل پیش کر رہے ہیں وہ قرآن و سنت ~~کے بارے میں اچھی طرح~~ سے متعلق ہر معاملے کو اچھی طرح سے سمجھنے والے ہیں۔

اجماعِ الامہ:۔

اس قسم میں پوری امتِ مسلمہ کسی مسئلہ کے حل پر اتفاق کرتی ہے

اجماعِ مدینہ:۔

اس میں مدینہ کے رہائشی لوگوں سے مسئلے کے حل کے بارے میں دریافت کیا جائے گا اور چونکہ انہوں نے آپ ﷺ کو ہر معاملے میں اچھے سے عمل کرتا ہوا دیکھا ہے تو جو کچھ وہ بتائیں گے اس پر اتفاق کیا جائے گا۔

مجتہد:۔

اجماع میں شریک ہونے والے افراد کو مجتہد کہتے ہیں۔ اجماع کوئی آسان کام نہیں ہے سو باصلاحیت لوگ ہی اس کے قابل ہو سکتے ہیں۔ کوئی عام انسان جو قرآن و سنت کی تعلیمات سے بخوبی آگاہ نہ ہو وہ اسے سرانجام

نہیں دے سکتا۔

مجتہد کی خصوصیات:

(i) باکردار

(ii) ہوش و حواس میں ہو

(iii) قرآن و سنت سے متعلق علم پختہ ہو۔

(iv) جدید زمانے کے حالات و تعلیمات سے بھی واقف ہو۔

(v) بالغ ہو

(vi) مسلمان ہو

اب یہ خصوصیات ہونا ضروری کیوں ہیں؟

یہ خصوصیات مجتہد میں ہونا اس لئے ضروری ہیں کیونکہ وہ جس بھی مسئلے کا حل پیش کر رہا ہے اُس میں ذرا سی بھی کوتاہی سے اُس کی آخرت بھی تباہ ہو سکتی ہے اور جو کوئی بھی اُس کے اس حل پر عمل کرے گا اُن کی آخرت بھی اسی جڑی ہے۔ اگر کوئی غلط حل پیش کیا گیا تو وہ آخرت میں اُن کے گناہوں کا بھی بوجھ اُٹھائے گا جنہوں نے اُس کی تقلید کی۔

اجماع کرنا ضروری کیوں ہے؟

یہ اس لئے ضروری ہے کہ کیونکہ آپؐ نے جو کچھ بھی عمل کر کے دکھایا وہ آپؐ کے زمانے میں موجود جو بھی مسائل تھے اُنہی کے مطابق تھا۔ لیکن چونکہ انسانی زندگی میں ہر گزرنے والے وقت کے ساتھ ساتھ نئے نئے مسائل سے انسان دوچار ہوتا ہے تو اُن کے حل کو بھی قرآن و سنت کی حدود کے اندر رہتے ہوئے نکالنا ضروری ہے تاکہ زندگی کا پہیہ بغیر کسی رکاوٹ کے بہترین طریقے سے چلتا رہے۔

اجماع کن معاملات میں کرنا ضروری ہے؟

اجماع ان حالات میں کرنا ضروری ہے جب نئے زمانے میں انسان نئے مسائل سے دوچار ہوتا ہے۔ مثال کے طور

1) جب برصغیر پاک و ہند میں انگریز آئے اور انہوں وہ اپنا تعلیمی نظام رائج کر رہے تھے مدارس میں تو مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ ہم ان کا یہ تعلیمی نصاب نہیں پڑھیں گے اور ان پڑھ ہی رہیں گے تو اس وقت کے بہت سے دین کو جاننے والوں جن میں سر سید احمد خان کا ذکر ملتا ہے انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ مسلمان جدیدیت کے علم کو بھی حاصل کریں اور ساتھ ہی ساتھ اپنے دین کو بھی عمل میں لاتے رہیں۔ اگر اس وقت یہ حل نہ پیش کیا جاتا تو مسلمان جہالت کے اندھیروں میں ڈوب جاتے کیونکہ اس وقت دنیا بہت ہی تیزی سے ترقی کر رہی تھی، کہاں مغرب میں مارکس کی تھیوریاں پیش کی جا رہی تھیں، کہاں نت نئی ایجادات ہو رہی تھیں۔ اس وقت ضروری تھا کہ مسلمان بھی اپنے مذہب کو جتنا ممکن ہو سکے عمل کرتے رہیں اور دنیاداری میں بھی اپنا حصہ ڈالتے رہیں۔

2) اسی طرح یہ مسئلہ بھی پیش آیا جیسا کہ آج کل خلاباز خلاء میں کسی مشن پر جاتے ہیں، چونکہ آج کل سعودی عرب کے لوگ بھی شامل ہیں، وہ اگر خلاء میں جائیں تو وہاں نماز کیسے ادا کریں گے کیونکہ خلاء میں وقت کا تعین کرنا بھی مشکل ہے اور ساتھ ہی ساتھ وہاں پہ گریویٹی (کشش ثقل) نہ ہونے کے برابر ہونے کی وجہ سے انسان کا حرکت کرنا بھی بہت مشکل ہے۔

3) اسی طرح اگر انسان ہوائی جہاز میں سفر کر رہا ہے تو وہ وہاں پہ بھی کیسے نماز ادا کرے

گا۔

موجودہ دور میں اجماع کون کرے گا۔

شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ کے مطابق

"اب یہ کام پارلیمنٹ کا ہے کہ وہ کسی مسئلے کے حل پہ متفق ہو جائے۔"

اسی طرح ابوالکلام آزاد کے مطابق بھی

"یہ کام پارلیمنٹ کا فرض ہے۔"

ڈاکٹر حمید اللہ کہتے ہیں کہ

"آج کل بین الاقوامی سطح پر بھی کوئی ایسی تنظیم ہونی چاہیے جو یہ کام سر انجام دے۔"

مثال کے طور پر تنظیم تعاونِ اسلامی

اختتام:

تو اس سے ثابت ہوا کہ انسان کو اجماع کرنا پڑے گا ہر زمانے کی ضروریات کے مطابق اور اب چونکہ دنیا کا نظام جو پہلے خلافت سے شروع ہوا تھا تبدیل ہو چکا ہے، دنیا کے کام کرنے کا طریقہ ہی تبدیل ہو چکا ہے تو اس صورتِ حال میں مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دین پر بھی عمل کریں اور وقت کی ضروریات کے مطابق اپنے دین کو قائم کر کے حدود میں رہتے ہوئے زندگی کے مسائل کا حل بھی نکالتے رہیں ورنہ ہم اپنا اس دنیا میں وجود برقرار نہیں رکھ سکیں گے اور ہو سکتا ہے کہ ہمارا اسلام کے بغیر زندگی گزارنا بہت مشکل ہو جائے۔